جنّت کا آسان راستہ
صبر
شکر
استغفار
استعاذہ
مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ
ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

جنّت کا آسان راستہ

شُکر، صَبر، اِستغفار، اِستعاذہ

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

فہرستِ مضامین

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ. أَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. (آل عمران:۱۰۲)

بزرگانِ محترم، حضراتِ علمائے کرام اور معزز حاضرین!

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ ہر سال یہ توفیق عطا فرمادیتے

ہیں کہ ہم ایک ملک گیر سالانہ اجتماع ''مجلس صیانۃ المسلمین'' منعقد کر لیتے ہیں۔ اس میں بہت سے فوائد ہیں، وہ حضرات جو ملک بھر میں مجلس کی خدمت انجام دے رہے ہیں ان کا باہمی ربط اور جوڑ ہوتا ہے اور پھر مسلمانوں کے اجتماع کی خاص برکات بھی ہوتی ہیں، جب مسلمان دین کی معلومات حاصل کرنے کے لئے کہیں جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش ہوتی ہے، ملائکہ ان کے راستے میں اپنے پَر بچھاتے ہیں اور دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس وقت میرے ذہن میں موضوعات کا ایک تلاطم برپا ہے کہ کس موضوع پر بات کی جائے، کیونکہ مسائل وضروریات بے شمار ہیں، ایسے موقع پر کارآمد راستہ یہی ہوتا ہے کہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے، وہ جو بھی کہلوادیں انشاء اللہ اُسی میں خیر ہوگی۔

تین مختلف اشخاص

ابھی ابھی اچانک ایک بات یاد آئی، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبویؐ میں تشریف فرما تھے، صحابہ کرامؓ اِردگرد جمع تھے کہ تین حضرات مسجد میں داخل ہوئے جنہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ اندر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، جب معلوم ہوا کہ مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں تو ان میں سے ایک صاحب جلدی سے مجلس میں شریک ہوگئے، دُوسرے صاحب شرماشرمی میں بیٹھ گئے کہ واپس جائیں گے تو بُرا محسوس ہوگا، اور تیسرے صاحب واپس چلے گئے تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمی آئے، ان میں سے ایک نے تو اللہ اور اس کے رسول کے پاس ٹھکانا پکڑا اور اس کے رسول نے اسے اپنے پاس ٹھکانا دے دیا، دُوسرا شرماشرمی میں مجلس میں آکر شریک ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کو بھی اس بات سے حیا آتی ہے کہ اس مجلس کے کسی بندے کو ثواب سے محروم کردیا جائے، تو جو ثواب ان مجلس والوں کو ملے گا وہی ثواب اس کو بھی ملے گا، رہا تیسرا آدمی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول سے اِعراض کیا تو اللہ اور اس کے رسول کو بھی اس کی ضرورت نہیں۔

دینی مجالس اللہ کا انعام ہیں

گویا اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کی خاطر منعقدہ مجلس اللہ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن تھامنے کا ذریعہ ہوتی ہے، بیٹھنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی کوئی بات کانوں میں پڑجائے، دِلوں میں کچھ سوز و گداز، خوفِ خدا اور آخرت کا دھیان پیدا ہوجائے تاکہ ہمارے اعمال و اخلاق کی اصلاح ہوسکے۔ یہ مجالس اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہیں کیونکہ ایک آدمی دُوسرے آدمی سے نصیحت حاصل کرتا ہے، کسی کو نیکی کا کام کرتے ہوئے دیکھ کر دِل پر چوٹ لگتی ہے کہ میں تو یہ کام نہیں کرتا، مجھے بھی کرنا چاہئے۔ انسان ایک دُوسرے کو دیکھ کر سبق سیکھتا ہے، پھر آپس میں ربط و محبت بڑھتی ہے، کاموں میں سہولتیں پیدا ہوتی ہیں اور

ایسے اجتماعات میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دُعائیں بہت جلد قبول ہوتی ہیں۔

جس جگہ بڑے بڑے اکابر اللہ والے اساتذۂ کرام بیان کر چکے ہوں وہاں مجھ جیسے طفلِ مکتب کا کچھ کہنا بولنا عجیب سا لگتا ہے، اس منبر پر بیٹھ کر حکیم الأمت حضرت تھانویؒ کے بڑے بڑے خلفاء بیان فرما چکے ہیں، جن میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ، میرے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مفتی ظفر احمد عثمانی صاحبؒ، حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحبؒ اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ شامل ہیں، ایسی جگہ پر بیان کرنے کا تصوّر بھی مشکل تھا، لیکن بزرگوں کا حکم ہے اور مجلس کے نظم کا تقاضا بھی ہے، اس لئے طوعاً و کرہاً یہاں بیٹھ گیا ہوں تاکہ آپ بھائیوں کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں میں شامل ہو جاؤں۔

میں نے خطبے میں جو آیت پڑھی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:-

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو، اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

یعنی جس چیز سے اس نے منع کر دیا ہے اس کے پاس نہ جاؤ، جس کا اس نے حکم دیا اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو، اسی کا نام تقویٰ ہے۔

اور آگے فرمایا:-

ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم اسلام پر قائم ہو۔

موت کی کسی کو خبر نہیں

مرنا جینا تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے، کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ موت کب، کہاں اور کیسے آئے گی؟ بعض اوقات ملک الموت کو ایک فہرست دی جاتی ہے کہ فلاں فلاں لوگوں کی رُوح قبض کرنی ہے اور وہ لوگ برسوں کی منصوبہ بندی میں مصروف ہوتے ہیں کہ فلاں کام اگلے سال یوں کرنا ہے، اسے اگلے مہینے میں اس طرح کرنا ہے، ملک الموت ہنستا ہے کہ اس بے چارے کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اُس کی زندگی کے چند ہی گھنٹے باقی رہ گئے ہیں، ملک الموت کو شاید رحم بھی نہیں آتا، کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں، جو حکم ملے گا اس کو پورا کریں گے۔

ملک الموت کا مشہور قصّہ

مشہور قصہ ہے کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت سے پوچھا کہ تم نے بے شمار رُوحیں نکالی ہیں، دن رات کا یہی مشغلہ ہے، یہ بتاؤ کیا کبھی کسی کی رُوح نکالتے ہوئے رحم بھی آیا؟ فرشتے نے عرض کیا کہ: صرف دو آدمیوں پر رحم آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کون ہیں جن پر تم کو بھی رحم آگیا؟ فرشتے نے کہا کہ: ایک مرتبہ ایک سمندری جہاز جس میں

عورتیں، بچے سب سوار تھے، سمندر میں سفر کر رہا تھا، طوفان آ گیا اور جہاز ڈُوب گیا، کچھ لوگ غرق ہو گئے اور کچھ لوگ تختوں پر تیرتے ہوئے اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوئے، انہی جہاز والوں میں سے ایک حاملہ عورت تھی، کشتی کا ایک بڑا تختہ اس کے ہاتھ آ گیا تھا، اندھیرے اور طوفانی رات اور سمندر کے بیچوں بیچ وہ عورت تختے سے چمٹی رہی، اسی حالت میں اس نے بچے کو جنم دیا اور بچے کو اپنے سینے سے لپٹالیا، بچے کے کھانے پینے کا سامان تھا نہ حفاظت کا کوئی بندوبست، اس حالت میں اے بزرگ و برتر آپ کا حکم یہ تھا کہ اس عورت کی رُوح قبض کرلو، اے اللہ! میں نے رُوح تو قبض کرلی لیکن آج تک رحم آتا ہے اور یہی سوچتا ہوں نہ جانے اس بچے کا کیا ہوا ہوگا؟ اللہ جل شانہ نے پوچھا: تجھے دُوسری مرتبہ کس پر رحم آیا؟ ملک الموت نے عرض کیا کہ: شداد نامی آپ کا ایک نافرمان بندہ تھا، جسے آپ نے بادشاہت اور مال و دولت کی فراوانی عطا فرمائی تھی، اس نے کہا کہ میں دُنیا میں جنت بناؤں گا اور پھر اس نے جنت بنانا شروع کی اور اربوں کھربوں دینار خرچ کرتا رہا اور اس نے طے کرلیا کہ جنت پوری تیار ہوجانے کے بعد ہی اس میں داخل ہوگا، برسوں انتظار کے بعد جب جنت میں داخلے کا وقت آیا، ابھی اس کا ایک قدم جنت کے اندر اور دُوسرا باہر تھا کہ آپ کا حکم ہوا کہ اس کی رُوح کو قبض کرلو، میں نے رُوح کو قبض کرلیا مگر آج تک رحم آتا ہے کہ اتنے برسوں کی محنت اور مال خرچ کر کے بھی جنت دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔

تجھے ایک ہی پر دو مرتبہ رحم آیا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ملک الموت! تجھے ایک ہی آدمی پر دو مرتبہ رحم آیا ہے، تجھے معلوم نہیں کہ یہ شداد وہی بچہ تھا جس کی ماں کی رُوح تو نے اندھیری اور طوفانی رات میں قبض کی تھی، ہم نے اپنی رحمتِ واسعہ اور شانِ ربوبیت سے اس بچے کو بچالیا اور پاس پوس کر پروان چڑھایا، اسے ذہانت وفطانت دی، صحت، طاقت اور عزت عطا کی یہاں تک کہ بادشاہ بنادیا، اور جب بادشاہ بنا تو ہمارے مقابلے میں جنت کی تعمیر شروع کردی، تمہیں ایک ہی شخص پر دو مرتبہ رحم آیا ہے۔

موت اور زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:۔

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ.

یعنی تم نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم اللہ کے فرمانبردار ہو۔

گویا مرنا تو غیر اختیاری ہے، مگر ایک بات اختیاری ہے، وہ یہ کہ موت اچھی حالت میں آئے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے ہر وقت بچائے رکھیں اور جب بھی گناہ ہوجائے تو فوراً توبہ، اِستغفار کرلی جائے۔

توبہ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں

اللہ تعالیٰ نے توبہ کے دروازے کھولے ہوئے ہیں، گناہ ہوتے

رہتے ہیں، بندہ معافی مانگتا رہتا ہے، وہ معاف کرتے رہتے ہیں، مگر جب موت کے فرشتے نظر آنے لگیں اور نزع کا عالم طاری ہوجائے تو پھر توبہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، لیکن اگر ایسا شخص جو توبہ و اِستغفار کا عادی تھا، خدانخواستہ گناہ کرتے ہوئے اس کو موت آجائے تو یہ ایک ہی ایسا گناہ باقی ہوگا جس کی توبہ کا موقع نہیں ملا، اس لئے ہر وقت گناہوں سے بچنے کی فکر ہونی چاہئے۔

گناہوں سے کس طرح بچیں؟

لیکن سوال یہ ہے کہ گناہوں سے کس طرح بچا جائے؟ کیونکہ فتنوں کا ایک سیلاب ہے جس نے پورے معاشرے کو گھیرے میں لے رکھا ہے، آدمی اپنے آپ کو کس طرح گناہوں سے بچائے؟ آنکھ، کان، ہاتھ وغیرہ کیسے محفوظ رکھے؟ اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا مشکل کام ہے، اگرچہ کہنا انتہائی آسان ہے مگر عملاً دُشوار مرحلہ ہے اور یہی مشکل مرحلہ سَر کرنے کے لئے علماء، صوفیہ اور بزرگانِ دین تاکید فرماتے ہیں، بلکہ قرآنِ کریم کا بھی حکم ہے کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو، ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کی کوشش کرو، ریاضتیں اور مجاہدے کرواتے ہیں تاکہ گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے اور نیکیاں کرنے میں آسانی محسوس ہو اور ان سب کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ قلب میں یہ کیفیت پیدا ہوجائے کہ نیکیوں کا شوق پیدا ہو اور گناہوں کا خوف اور نفرت دِل میں بیٹھ جائے، یہ

کیفیت اللہ والوں کی صحبت میں رہنے سے حاصل ہوتی ہے، قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ.

(التوبہ:۱۱۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، (یعنی گناہوں سے بچو، جس کا راستہ یہ ہے کہ) نیک لوگوں کے ساتھ رہو۔

گناہ سے بچنا اللہ کا کرم اور گناہ پر ڈھیل اللہ کا غضب ہے

بات دراصل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق قائم ہوجاتا ہے تو کوشش کے باوجود گناہ نہیں ہوپاتا، دِل میں ایسا نور پیدا ہوجاتا ہے کہ گناہ کے قریب جاتے ہوئے بھی خوف محسوس ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایسی کارسازی فرماتے ہیں کہ دِل ہی پھیر دیتے ہیں اور ایسے اسباب مہیا کردیتے ہیں کہ بندہ گناہوں سے غیرارادی طور پر بچتا ہی چلا جاتا ہے، یہ کرمِ خداوندی ہے کہ انسان کو گناہوں سے بچالیتا ہے۔ اور جب کسی کو گناہ پر ڈھیل ملنی شروع ہوجائے تو وہ اللہ کا غضب ہوتا ہے، کیونکہ ڈھیل ملنے کے بعد اچانک گرفت ہوتی ہے، ارشادِ خداوندی ہے:-

اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ.

بے شک تیرے رَبّ کی پکڑ بہت سخت ہے۔

بزرگوں کی صحبت وتربیت سے نیکیاں آسان اور لذیذ ہوجاتی ہیں اور گناہ مشکل ہوجاتے ہیں اور ان سے وحشت ہونے لگتی ہے، بیعت کا تعلق بھی بزرگوں سے اسی لئے قائم کیا جاتا ہے۔

والد صاحبؒ سے بیعت کی درخواست

میرے والد صاحب مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ جو لوگ انہیں جانتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ وہ اپنی اولاد پر کس قدر مہربان تھے، یہاں تک کہ لوگ اولاد سے ان کی محبت کی مثالیں دیا کرتے تھے، وہ میرے اُستاذ بھی تھے، اس اعتبار سے محبتیں اور زیادہ تھیں۔ حضرت والد صاحبؒ سے کئی مرتبہ درخواست کی کہ مجھے بیعت فرمالیں، حضرت والد صاحبؒ ہر مرتبہ فرماتے: ''حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی سے بیعت کرو!'' ہمیں سمجھ نہیں آتا تھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب سے بیعت کرنے پر اس قدر اصرار کیوں ہے؟ ایک مرتبہ حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ افریقہ کے سفر میں تقریباً پونے دو ماہ رہنے کا اتفاق ہوا، کراچی میں تنہائی میں بات کرنے کا موقع کم ملتا تھا، کیونکہ ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا تھا، سفر میں تنہائی کو غنیمت جان کر میں نے بیعت کی پھر درخواست کی، اس دن حضرت والد صاحبؒ نے کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہوکر فرمایا کہ: تاریخ میں بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ بیٹے باپ سے بیعت ہوئے اور الحمدللہ کامیابی بھی حاصل ہوئی، لیکن اس صورت میں دونوں کو بہت زیادہ احتیاط رکھنی پڑتی ہے، کیونکہ پیری

مریدی کے تعلق میں ابتداءً باہمی بے تکلفی مضر ہوتی ہے اور باپ بیٹے کا تعلق بے تکلفی کا ہوتا ہے، لہٰذا ہم دونوں کے لئے یہ کام مشکل ہوگا، اس لئے تم حضرت ڈاکٹر صاحب سے بیعت کرلو۔

علم کا خنّاس تباہی کا ذریعہ ہے

پھر فرمایا کہ: اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ جب ایک عالم ایسے مرشد سے بیعت ہوگا جو باضابطہ عالمِ دین نہیں سمجھا جاتا تو ذہن سے علم کا خنّاس بھی نکل جائے گا، کیونکہ عالم کے لئے سب سے زیادہ تباہی اور بربادی اس علم کے خنّاس سے ہوتی ہے جو جہنم تک لے جاتی ہے، کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دِل میں ذرّہ برابر بھی تکبر ہوگا۔ بہرحال والد صاحبؒ نے ہم دونوں بھائیوں یعنی مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کا اور میرا ہاتھ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور ہم دونوں بھائیوں نے ان سے بیعت کرلی۔

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ

میں کبھی سوچتا ہوں کہ والد صاحب کے مجھ پر کس قدر احسانات ہیں! وہ میرے بہت شفیق باپ بھی ہیں، اُستاذ بھی ہیں اور مربی بھی ہیں، مگر ان کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے ہمارا ہاتھ ایک عارف

باللہ کے ہاتھ میں دے دیا تھا، جب والد صاحبؒ کا انتقال ہوا تو جنازہ رکھا ہوا تھا اور میں پیروں کی طرف کھڑا تھا، حضرت ڈاکٹر صاحب بھی وہیں کھڑے ہوگئے، میں نے حضرت ڈاکٹر صاحب سے کہا: آپ کی موجودگی میں ہم اپنے آپ کو یتیم نہیں سمجھتے۔ حضرت نے فوراً جواب نہیں دیا بلکہ چند لمحے سوچ کر فرمایا: ''آپ کو ایسا ہی سمجھنا چاہئے، انشاء اللہ میں اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔'' حضرت نے یہ جملہ ایسا فرمایا تھا کہ آخر تک حیرت ناک انداز میں نبھایا جس پر میں اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

چار سنہرے اعمال

ایک مرتبہ حضرت فرمانے لگے کہ: پہلے زمانے میں اصلاحِ نفس کے لئے بڑے بڑے مجاہدے کرنے پڑتے تھے، مگر اب لوگوں میں اتنی ہمت نہیں رہی کہ ایسے مجاہدے کرسکیں، میں آپ کو ایک آسان نسخہ بتاتا ہوں جو انتہائی مختصر مگر زُود اثر ہے، یہ چار اعمال ہیں اور یہ چاروں اعمال شریعت و طریقت دونوں کی جان ہیں اور اس قدر آسان ہیں کہ جان، مال اور وقت کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا، آدمی اگر اس کی عادت ڈال لے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص تعلق پیدا ہوجاتا ہے، جس کا کیف زندگی میں محسوس ہونے لگتا ہے، قلب کی حالت اصلاح پذیر ہوجاتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ وہ مقام آتا ہے کہ آدمی اگر چاہے بھی تو گناہ نہ ہو پائے، وہ چار

اعمال یہ ہیں:-

۱:-شکر ۲:-صبر ۳:-اِستغفار ۴:-اِستعاذہ

اس موقع پر حضرت عارفیؒ نے جو کچھ بھی فرمایا، میرے بھائی مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے اس کو قلم بند کرلیا تھا، معمولاتِ یومیہ کے نام سے کتابچے کی شکل میں شائع ہو چکا ہے اور اس کے کئی زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں۔

ایک دن فرمانے لگے کہ: کیوں مولوی رفیع! ''معمولاتِ یومیہ'' پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: الحمدللہ پڑھتا ہوں۔ فرمایا: اس کا ایک ایک حرف پڑھنا اور جب ختم ہوجائے تو پھر سے پڑھنا شروع کردینا۔ پھر مسکرا کر فرمانے لگے کہ: میں نے یہ رسالہ دراصل مرتب کیا ہی آپ دونوں بھائیوں کے لئے ہے اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ دُنیا تو اس سے نفع اُٹھائے اور آپ دونوں بھلا کر بیٹھ جائیں۔ پھر اپنا ایک قصہ سنایا کہ میرے مرشد حکیم الاُمت حضرت تھانویؒ نے ایک مرتبہ مجھے ایک شہد کی شیشی عنایت فرمائی، میں خوشی خوشی یہ سوچتے ہوئے گھر لایا کہ اتنا بڑا تبرک اگر یوں ہی کھالیا تو جلدی سے ختم ہوجائے گا، لہٰذا اسے حفاظت سے رکھوں، بس خاص خاص موقع پر چکھ لیا کروں گا، میں نے اسے بڑی حفاظت سے لپیٹ کر رکھ دیا۔ کئی مہینے گزر گئے ایک دن روزہ رکھا ہوا تھا، سوچا کہ اسی سے افطار کروں گا، اب جو کھول کر دیکھا تو ساری شیشی موٹے موٹے چیونٹوں سے بھری ہوئی تھی اور شہد غائب تھا، تو مجھے اس ''معمولاتِ یومیہ''

کے بارے میں بھی یہی ڈر رہتا ہے کہ لوگ تو اس سے فائدہ اُٹھائیں اور آپ اسے بہت حفاظت سے رکھ دیں۔

مُرشد کا تحفہ

آج میں آپ کو اپنے مرشد کا تحفہ دیتا ہوں جو انہوں نے چودہ برس کے تعلق میں عطا فرمایا، اُمید ہے کہ قدردانی کریں گے کیونکہ میرے مرشد فرماتے تھے کہ: ''یہ میرے مرشد کا تحفہ ہے!'' اور ان کے مرشد یوں فرماتے تھے کہ: ''یہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ تحفہ ہے!'' اور بکثرت یہی فرمایا کرتے تھے کہ: شکر، صبر، اِستغفار، اِستعاذہ ان چاروں کی عادت ڈال لو۔

① شُکر

پہلی چیز شکر ہے، سب سے پہلے تو یہ عادت ڈالنی چاہئے کہ صبح جاگنے اور رات کو سونے سے پہلے اپنی ذات اور ماحول پر سرسری نظر ڈال کر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دین و دُنیا کی نعمتوں کا دھیان کرکے اجمالی شکر ادا کرلیا کریں، خصوصاً ایمان کی دولت جو اللہ نے ہمیں دے رکھی ہے اور جو عافیت عطا فرما رکھی ہے، دِل سے اس پر شکر ادا کریں اور ان نعمتوں کے صحیح استعمال کا عزم رکھیں۔ اس کے علاوہ جس نعمت کا بھی دھیان آیا کرے دِل میں چپکے سے شکر ادا کرلیا کریں، یعنی جب بھی تمہاری مرضی کے موافق کوئی

کام ہو جائے جس سے تمہیں خوشی، دِل کو سکون ہو تو چپکے سے کہہ دیا کرو:۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" یا "اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ"

شُکر کے بہت سے مواقع

صبح سے شام تک سینکڑوں کام ایسے ہوتے ہیں جو آدمی کی مرضی کے موافق ہوتے ہیں، صبح آنکھ کھلی، صحت بالکل ٹھیک ہے تو کہہ دیا "الحمد للہ"، گھر والوں کو دیکھا کہ وہ بھی سب تندرست ہیں تو چپکے سے کہہ دیا "الحمد للہ"، نماز کو گئے جماعت مل گئی تو کہہ دیا "الحمد للہ"، صبح کا ناشتہ وقت پر مل گیا تو کہہ دیا "الحمد للہ"، کام پر جانے لگے خطرہ ہے کہ دیر نہ ہو جائے مگر صحیح وقت پر کام پر پہنچ گئے تو کہہ دیا "الحمد للہ"، بس میں جانے والے کو خطرہ ہے کہ بس ملے یا نہ ملے، مل گئی تو کہہ دیا "الحمد للہ"، بس میں چڑھ گئے تو معلوم نہیں سیٹ ملے نہ ملے، سیٹ مل گئی تو کہہ دیا "الحمد للہ"، واپس آنے پر اہلِ خانہ کو ہشاش بشاش دیکھا تو کہہ دیا "الحمد للہ"، گرمی میں ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا تو کہہ دیا "الحمد للہ"، غرض جو کام بھی چھوٹا ہو یا بڑا طبیعت کے موافق ہو جائے یا کوئی دُعا قبول ہو جائے، جس بات سے بھی دِل کو لذّت و مسرت حاصل ہو، جس کارِ خیر کی بھی توفیق ہو جائے اس پر اللہ کا شکر دِل اور زبان سے ادا کرنے کی عادت ڈال لیں، اس کام میں نہ وقت لگتا ہے، نہ مال خرچ ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی محنت لگتی ہے۔

بے شمار نعمتیں ہم کو حاصل ہیں

بلکہ اگر خدانخواستہ کوئی تکلیف یا پریشانی لاحق ہوجائے تو اس کے تدارک سے پہلے اس پر نظر کرلیں کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی استحقاق کے گرد وپیش میں کتنی نعمتیں عطا کر رکھی ہیں جو تقویتِ قلب کا باعث ہیں، اگر یہ نہ ہوتیں تو اس پریشانی اور تکلیف کی کیا حالت ہوتی؟ انشاء اللہ اس طرف دھیان کرنے سے عقلاً سکون حاصل ہوجائے گا، اگرچہ طبعی پریشانی یا تکلیف کا اثر باقی رہے۔ بلامبالغہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہر وقت ہم کو حاصل ہیں، اگر ان سب پر نہیں تو کم از کم کچھ نعمتوں پر شکر اس طرح ادا ہوجائے گا، اس طرح مشق کرنے سے انسان شکر کا ایسا عادی ہوجاتا ہے کہ ہر اچھی چیز پر دِل ہی دِل میں شکر ادا کرتا رہتا ہے، کسی دُوسرے کو پتہ بھی نہیں چلتا اور ایک عظیم الشان عبادت انجام پاتی رہتی ہے، جس میں ریاء بھی نہیں ہوتی، اس سے درجات میں جو ترقی ہوتی ہے اس کا آپ اندازہ بھی نہیں کرسکتے۔ غرض انسان کو ایسا ہونا چاہئے کہ وہ جس حال میں ہو شکر ادا کرتا رہے، شروع میں شاید یہ بات مشکل معلوم ہو لیکن مشق کرنے سے اور اکثر حالات میں خیال رکھنے سے اس کی عادت پڑجاتی ہے۔

شکر سے نعمتوں میں اضافہ اور عذاب سے حفاظت ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ.

(النساء:۱۴۷)

یعنی اگر تم میرا شکر کرتے رہو تو مجھے کیا غرض پڑی ہے کہ تمہیں عذاب دوں۔

معلوم ہوا کہ جو ایمان والے شکر گزار ہوتے ہیں وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ رہتے ہیں، ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:-

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ. (ابراہیم:۷)

یعنی اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں نعمتوں میں اضافہ کروں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس جس نعمت پر بھی شکر ادا کرتے جائیں گے، نعمتیں بڑھتی چلی جائیں گی اور دُنیا کی زندگی آسان ہوجائے گی، یقین نہ آئے تو آپ خود تجربہ کرلیں، جو بھی یہ کام کرے گا اسے واضح طور پر یہ محسوس ہوگا کہ اس کی زندگی میں خوشگوار تبدیلی آرہی ہے۔

یہ اللہ کی بہت پسندیدہ عبادت ہے

یہ شکر کی عبادت اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند ہے، اس کا اندازہ ہم اس بات سے لگائیں کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں میں سب سے عظیم اور محبوب کتاب قرآنِ کریم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو سورۂ فاتحہ سے شروع فرمایا اور سورۂ فاتحہ کا پہلا لفظ ہی "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کے الفاظ سے شروع کیا، پورے قرآن کا خلاصہ سورۂ فاتحہ میں ہے، اور سورۂ فاتحہ کا پہلا لفظ ہی

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" ہے، آخر کچھ تو بات ہے جو شکر کو اتنی اہمیت سے بیان کیا جارہا ہے۔ اور یہ سورۃ اللہ تعالیٰ کو کتنی پسند ہے؟ اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اس سورۃ کو نہ صرف ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں پڑھنے کا حکم ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں خدا کی حمد وتعریف ہے اور خدا تعالیٰ کو اپنی تعریف بہت پسند ہے۔

یہ عبادت جنّت میں بھی جاری ہوگی

جنت میں کوئی عبادت بھی نہیں ہوگی، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج سب عبادتیں ختم ہوجائیں گی، صرف عیش وعشرت ہوگی، لیکن ایک عبادت وہاں بھی رہے گی یعنی شکر۔ حدیث میں آتا ہے کہ اہلِ جنت کے منہ سے ہر وقت حمد جاری رہے گی، جس طرح دُنیا میں بغیر کسی ارادے اور محنت کے سانس جاری رہتا ہے، اسی طرح جنت میں بلا اختیار حمد جاری رہے گی۔

غرض جب دُنیا میں یہ عادت پڑجائے گی کہ ہر چھوٹی بڑی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنے لگیں تو عذابِ خداوندی سے نجات ملے گی، نعمتوں میں اضافہ ہوگا، اس عمل سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قوی ہوتا ہے، قربِ خداوندی بڑھتا ہے اور زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی آتی ہے، اپنی حالت میں قناعت کی لذّت محسوس ہوتی ہے اور زندگی پُر عافیت ہوجاتی ہے۔

ایک لکڑہارے کا قصّہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت جو کسی بادشاہ کو نصیب نہیں ہوا، جس کو جنات ہوا میں لے کر چلتے تھے، پرندوں کا سایہ ہوتا تھا اور کتنی ہی مخلوقات ساتھ ساتھ چلتی تھیں، اسی شاہانہ آب و تاب کے ساتھ تختِ سلیمانی اُڑا جارہا تھا کہ اسے دیکھ کر جنگل میں ایک لکڑہارے کے منہ سے بے اختیار نکل گیا: ''سبحان اللہ! آلِ داؤد کی کیا شان وشوکت ہے'' ہوا نے فوراً یہ آواز حضرت سلیمان علیہ السلام تک پہنچادی، حضرتؑ نے تخت اُتارنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ: اسی لکڑہارے کے پاس لے چلو۔ لکڑہارا تھر تھر کانپنے لگا کہ معلوم نہیں مجھ سے کیا جرم سرزد ہوگیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا: تم نے کیا کہا تھا؟ اس بے چارے کو خوف کی وجہ سے یاد بھی نہ رہا تھا، کچھ دیر سوچ کر کہا کہ میں نے تو صرف یہی کہا تھا: ''سبحان اللہ! آلِ داؤد کی کیا شان ہے۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ: تجھے لشکرِ سلیمانی دیکھ کر رشک آیا، لیکن تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ تو نے جو ''سبحان اللہ'' کہا تھا اس کے سامنے ایسے ہزاروں لشکروں کی کوئی حیثیت نہیں ہے، تجھے معلوم بھی نہیں کہ صرف ایک مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہنے سے تجھے کتنا اُونچا مقام مل گیا ہے۔

شُکر سے صبر وتقویٰ پیدا ہوتا ہے

اللہ کا شکر ایسی دولت ہے جس سے بے شمار راحتیں اور نعمتیں حاصل ہوتی ہیں اور جب انسان ہر وقت شکر کرے گا تو جذبۂ صبر بھی پیدا ہوگا اور تکلیف پر شکوہ شکایت نہیں کرے گا، گناہ کرتے ہوئے شرمائے گا کہ صبح سے شام تک جس کا شکر کرتا رہا ہوں، اب اسی کی نافرمانی کیسے کروں؟ چنانچہ یہ بھی اس عمل کی برکت ہے کہ شکرگزار آدمی سے گناہ بہت کم سرزد ہوتے ہیں، حسد، حرص و ہوس اور اِسراف و بخل وغیرہ کے مہلک امراض سے نجات رہتی ہے۔

تکبّر دُور ہوتا ہے

شکر کا ایک اور عظیم فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان تکبر سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ جتنی بھی نعمتیں اس کو حاصل ہوتی جاتی ہیں ان کو وہ اپنا کمال نہیں سمجھتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کا انعام سمجھتا اور اس کا اقرار کرتا رہتا ہے، تو جب اپنے کمال پر نظر نہ رہی بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ان کی نسبت کرتا رہتا ہے تو پھر اکڑنا اور اِترانا کس بات پر ہوگا؟ تکبر اتنا خوفناک گناہِ کبیرہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرّة من کبر. (رواہ مسلم عن عبداللہ بن مسعود)

ترجمہ:- وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کے دِل میں ذرّہ برابر بھی تکبر ہوگا۔

② صبر

یہاں تک تو ایک عمل یعنی شکر کا بیان ہوا، اب دُوسرے عمل یعنی صبر کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ صبر کہتے ہیں کہ جو کام مرضی کے مخالف ہوں ان پر ناجائز عمل سے خود کو روک لینا۔ جس طرح صبح سے شام تک بے شمار کام ہماری مرضی کے مطابق ہوتے ہیں، اسی طرح بہت سے کام مرضی کے خلاف بھی ہوتے ہیں، مثلاً بس اسٹاپ پر پہنچے اور بس نکل گئی۔ غرض مرضی کے خلاف چھوٹا واقعہ ہو یا بڑا، اس میں اللہ پر نظر رکھیں اور خود کو آپے سے باہر نہ ہونے دیں، یہ صبر ہے اور قلب کا بہت اہم عمل ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کی قوتِ ایمانی کی آزمائش ہوتی ہے۔ زندگی میں روزانہ، دن رات نہ جانے کتنی باتیں ایسی ہوتی رہتی ہیں جو ہمیں ناگوار اور نفس پر شاق ہوتی ہیں، کبھی اپنی یا کسی عزیز دوست کی بیماری و پریشانی یا موت کا صدمہ لاحق ہوتا ہے یا کسی مال یا منصب کے نقصان کا رنج ہوتا ہے، غرض ہر ایسی بات جو قلبی سکون و عافیت کو درہم برہم کرنے والی ہو صبر آزما ہوتی ہے، لیکن چونکہ غیر اختیاری ہوتی ہے لہٰذا اس کے مِن جانب اللہ ہونے کا عقیدہ رکھنا واجب ہے، کیونکہ اس میں بہت سی حکمتیں اور رحمتیں شامل ہوتی ہیں، ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے فضل و کرم سے

اطمینانِ قلب کے لئے بڑا مفید و مؤثر علاج یہ تلقین فرمایا ہے کہ:-

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

پڑھا جائے، اس سے عقلاً سکون اور طبعًا برداشت کی قوت پیدا ہوتی ہے، غرض کوئی کام بھی جو مرضی کے خلاف پیش آجائے، کوئی بڑا صدمہ ہو یا معمولی ناگواری اس پر "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" کہہ دینا یہ صبر کا انتہائی آسان طریقہ ہے، اس میں بھی محنت یا مال یا وقت خرچ نہیں ہوتا، اور ہمارے ملک میں تو بجلی کی لوڈشیڈنگ نے اس کام کو اور بھی آسان کردیا ہے، بجلی جب بھی آنکھ مچولی کھیلے اور جتنی مرتبہ جائے تو "اِنَّا لِلّٰہِ" کہہ دیں، اور جب بھی آئے تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہہ دیں۔ روایات سے یہاں تک ثابت ہے کہ اگر کوئی پچھلا واقعہ، ناگواری یا صدمے کا یاد آجائے تو اس وقت بھی "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھنے سے اسی قدر ثواب ملتا ہے جتنا کہ واقعے کے وقت ملتا ہے۔

"اِنَّا لِلّٰہِ" صرف انتقال کے ساتھ خاص نہیں

ہمارے معاشرے میں یہ تصوّر رائج ہے کہ "اِنَّا لِلّٰہِ" کا کلمہ صرف اسی وقت پڑھا جاتا ہے جب کسی کا انتقال ہوجائے، حالانکہ اس کلمے کو صرف انتقال کے ساتھ خاص کرلینا دُرست نہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چراغ جلتے جلتے بجھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا، حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ بھی مصیبت ہے؟ فرمایا: ہاں! جس چیز سے مسلمان کو تکلیف ہو وہ مصیبت ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ: مسلمان کو جو ایک کانٹا چبھتا ہے اس سے بھی اس کو ثواب ملتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ: مؤمن ہر حالت میں کامیاب ہے، اس لئے کہ کوئی خوشی ملتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو صبر کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو صابر و شاکر بندہ بہت پسند ہے۔

مُلاّ نصیرالدّین

ضمناً مُلاّ نصیرالدّین کی ایک بات یاد آ گئی، یہ وہی ہیں جن کے لطائف بہت مشہور ہیں۔ مُلاّ جی کے بارے میں آتا ہے کہ بہت خوبصورت تھے اور بیوی بہت بدصورت۔ ایک مرتبہ اپنی بیوی سے کہنے لگے: بیگم! تم بھی جنتی ہو اور میں بھی جنتی۔ بیوی نے پوچھا وہ کیسے؟ مُلاّ جی نے جواب دیا: اس لئے کہ جب تم مجھے دیکھتی ہو تو اللہ کا شکر ادا کرتی ہو کہ کتنا خوبصورت شوہر ملا، اور جب میں تمہیں دیکھتا ہوں تو صبر کرتا ہوں، اور صابر و شاکر دونوں جنتی ہیں۔

صابر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے

غرض ہر چھوٹی بڑی ناگوار چیز پر صبر کرنا چاہئے اور ''اِنَّــا لِلّٰهِ وَاِنَّــا

اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" کہنا چاہئے، کیونکہ صبر سے اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ. (البقرة:۱۵۳)

یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اور جسے اللہ کی معیت نصیب ہو جائے پھر کون اس کا بال بیکا کر سکتا ہے؟ اور جو لوگ مصیبت یا تکلیف و ناگواری کے موقع پر "اِنَّـا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھتے ہیں تو قرآن کہتا ہے:-

اُولٰٓـئِکَ عَـلَیْهِـمْ صَـلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِـمْ وَرَحْـمَةٌ وَّاُولٰٓـئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ. (البقرة:۱۵۷)

ایسے لوگوں پر ان کے رَبّ کی عام رحمتیں بھی اُترتی ہیں اور خاص رحمت بھی ان کو ملتی ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ صبر کے موقع پر یہ کلمہ پڑھنے سے واضح طور پر محسوس ہوگا کہ رحمتِ خداوندی شاملِ حال ہے، اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ بندہ ان چار اعمال کی عادت ڈال لے تو چند دنوں میں محسوس ہوگا کہ کسی نے رحمت کا ہاتھ اس کے دِل پر رکھا ہوا ہے اور کوئی پشت پناہی کر رہا ہے جس سے تنہائی دُور ہوگئی اور زندگی میں لطف آنے لگے گا۔ اس عمل سے زندگی میں استقامت اور ضبط وتحمل کا وقار پیدا ہوتا ہے، حادثات کا مقابلہ کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنے کی توفیق ہو جاتی

ہے، جو بندگی کا بہت اعلیٰ مقام ہے۔ صبر کرنے والوں میں کسی سے اپنی ذات کے لئے غصے اور انتقام کے جذبات پیدا نہیں ہوتے یا پیدا ہوں تو جلد ختم ہوجاتے ہیں، ان جذبات پر عمل کرنے سے آدمی بچا رہتا ہے۔

③ اِستغفار

تیسرا عمل اِستغفار ہے، اور اس میں بھی جان و مال یا وقت کچھ خرچ نہیں ہوتا، جب بھی کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ سرزد ہوجائے تو نادم ہوکر کہہ دیا ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ'' یعنی اے اللہ! میں معافی مانگتا ہوں۔

شیطان کا چیلنج

جب حضرت آدم علیہ السلام کو دُنیا میں بھیجا جانے لگا تو ان کے دُنیا میں آنے سے پہلے ہی شیطان یہ چیلنج کرکے آیا تھا کہ یا اللہ! میں تیرے بندوں کو گمراہ کردوں گا اور جہنم تک پہنچا کر چھوڑوں گا (کیونکہ انسان میرا حریف ہے، جس کی وجہ سے میں اُونچے مقام سے معزول ہوا ہوں)۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ: اے اللہ! آپ نے میرے دُشمن شیطان کو اتنی طاقت دے کر بھیجا ہے کہ جتنی طاقت میرے اور میری اولاد کے پاس بھی نہیں ہے، یہ مختلف شکلیں اختیار کرسکتا ہے اور یہ ایسے طریقے سے آسکتا ہے کہ ہم اس کو نہ دیکھ سکیں گے مگر یہ ہمیں دیکھ سکتا ہے، یہ جن ہے، ہم انسان ہیں، ہماری اور اس کی خاصیتوں میں فرق ہے یہ تو ہمیں

جہنم تک دھکیل دے گا۔

خدا کا عطا کردہ ہتھیار

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! بے شک ہم نے اسے بے پناہ قوتیں دے رکھی ہیں، لیکن اس کی قوتوں سے مقابلہ کرنے کا ایک ہتھیار تمہیں دیتے ہیں، جب تک اس ہتھیار کو استعمال کرتے رہو گے تو شیطان کا کوئی حملہ کارگر نہیں ہوگا اور اس ہتھیار کا نام ''اِستغفار'' ہے۔ یعنی جب کبھی گناہ ہوجایا کرے دِل سے ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ'' کہہ دیا کرو۔

اِستغفار سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

جو لوگ اِستغفار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہیں بھیجتے، چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:-

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ. (الانفال:۳۳)

یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کو عذاب نہیں دیتا جبکہ وہ اِستغفار کرتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے دِلوں میں گناہ کے جذبات بھی رکھے ہیں اور گناہ میں لذتیں بھی رکھی ہیں، گناہ سے بچنا آسان نہیں، آدمی بے اختیار ان کی طرف لپکتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ واسعہ سے ایسے کشادہ دروازے کھول رکھے ہیں کہ اگر ہم سے گناہ ہوجائے تو بس ندامت

کے ساتھ سچے دِل سے توبہ و اِستغفار کرلیں معاف ہوجائے گا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ.

(رواہ ابن ماجہ عن عبداللہ بن مسعود)

ترجمہ:- توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

گناہ پر ہر مرتبہ توبہ کرلیں

اگر ایک مرتبہ گناہ ہوگیا، توبہ کرلی، پھر دوبارہ وہی گناہ ہوگیا تو پھر توبہ کرلو اللہ تعالیٰ پھر معاف فرمادیں گے، یہاں تک کہ اگر ایک ہی گناہ ستر مرتبہ بھی کیا جائے اور ہر مرتبہ توبہ کرلی جائے تو وہ ہر بار معاف ہوجائے گا کیونکہ توبہ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، لہٰذا اگر ہزار مرتبہ بھی توبہ ٹوٹ جائے تو پھر جوڑ لو، وہ رحیم و کریم ہزار مرتبہ بھی معاف فرمادیں گے۔ ایک شاعر نے بڑی عمدہ بات کہی جو اسی مفہوم کو واضح کرتی ہے کہ:-

جام میرا توبہ شکن، توبہ میری جام شکن
سامنے ڈھیر ہیں ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے

''پیمانوں'' جمع ہے ''پیمان'' کی بھی اور ''پیمانے'' کی بھی۔ ''پیمان'' وعدے کو کہتے ہیں اور توبہ بھی وعدہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے اس بات کا کہ یہ گناہ پھر نہیں کروں گا، اور ''پیمانہ'' شراب کے پیالے کو کہتے ہیں جسے ''جام''

بھی کہا جاتا ہے، تو شاعر کہتا ہے کہ میرا شراب کا پیالہ توبہ شکن ہے، یعنی میری توبہ کو توڑ دیتا ہے، یعنی مجھے شراب پینے پر آمادہ کردیتا ہے اور میں شراب پی جاتا ہوں، توبہ ٹوٹ جاتی ہے، لیکن میری توبہ بھی ''جام شکن'' ہے، یعنی یہ میرے شراب کے پیالے کو مجھ سے تڑوادیتی ہے، یعنی پھر شراب سے توبہ کرلیتا ہوں شراب کا پیالہ توڑ دیتا ہوں، یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہتا ہے کہ شراب کا پیالہ یعنی ''پیمانہ'' میری توبہ کو توڑتا ہے اور توبہ میرے ''پیمانے'' کو یعنی شراب کے پیالے کو توڑتی ہے، غرض ''پیمانہ'' توڑتا ہے ''پیمان'' کو اور ''پیمان'' توڑتا ہے ''پیمانے'' کو، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ میرے سامنے ''پیمانوں'' کے ڈھیر لگ گئے ہیں۔ اگر اسی کشمکش میں موت آجائے کہ جام توبہ کو توڑ دے اور توبہ جام کو توڑتی رہے تو کامیابی ہے، یعنی گناہ ہوا، اس سے توبہ کرلی، پھر گناہ ہوا، پھر توبہ کرلی، اسی طرح ہر گناہ کے بعد توبہ کرتے گئے تو گناہ معاف ہوتے رہیں گے۔ توبہ کی حقیقت ہی یہ ہے کہ جو گناہ کیا ہو اس پر ندامت ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عزم ہو۔ توبہ سے ہر گناہ معاف ہوجاتا ہے، البتہ بندوں کے حقوق صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے جب تک کہ حقدار معاف نہ کرے یا اس کا حق ادا نہ کردیا جائے۔

اِستغفار کے فوائد

اس اِستغفار کے بہت سے فائدے ہیں، اِستغفار عبادت بھی ہے،

گناہوں سے معافی کا ذریعہ بھی ہے اور قربِ خداوندی کا ذریعہ بھی ہے۔ جب بار بار اِستغفار ہوگی، رفتہ رفتہ گناہ کرتے ہوئے شرم آنے لگے گی اور رحمتِ خداوندی کی وسعت کا اندازہ ہوگا کہ میں کتنے گناہ کر رہا ہوں اور وہ کس قدر نواز رہے ہیں، اور جس کے دِل میں ہر وقت اپنی غلطیوں کا احساس اور جرائم پر ندامت ہو اس کے دِل میں کبھی بھی کبر اور بڑائی پیدا نہیں ہوگی اور نہ ہی تقویٰ کا غرور پیدا ہوگا، کیونکہ جتنی عبادات کی ہوں گی اس سے زیادہ اپنے گناہ یاد آئیں گے۔

غرض اِستغفار بھی ایک ایسا عمل ہے جس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں اور ہر وقت اس کی ضرورت ہے، کیونکہ نہ جانے کتنے گناہ ہم سے جان بوجھ کر اور کتنے ہی غفلت میں صادر ہوتے رہتے ہیں، بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کا ہمیں احساس تک نہیں ہوتا یا جن کو ہم گناہ ہی نہیں سمجھتے، ایسی تمام حالتوں میں جب بھی دھیان ہوجائے فوراً دِل ہی دِل میں نہایت ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع ہوجائیں اور زبان سے "اَسْتَغْفِرُ اللہَ" کہیں، یا اللہ! میں بہت نادم ہوں، مجھے معاف فرمادیجئے اور آئندہ بھی اس سے محفوظ رکھئے۔

یہ وہ عمل ہے جس سے بندے پر اللہ تعالیٰ کے بے پایاں اور کامل رحمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، اس سے قلبی ندامت کے ساتھ ساتھ احساسِ عقیدت پیدا ہوتا ہے، ایمان کی حفاظت ہوتی ہے اور دولتِ تقویٰ نصیب ہوتی ہے، ایسے شخص سے جان بوجھ کر گناہ سرزد نہیں ہوتے یا بہت

کم ہوجاتے ہیں اور ایسے شخص سے مخلوقِ خدا کو اذیت نہیں پہنچتی۔ اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے خطا کار بندوں کو دُنیا کی فلاح اور آخرت کی نجات حاصل کرنے کے لئے توبہ و اِستغفار کا وسیلہ عطا فرما کر بہت عظیم احسان فرمایا ہے، فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالشُّکْرُ۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اپنی گزشتہ عمر کے تمام گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، جس قدر بھی یاد آئیں ان کا دھیان کر کے اللہ تعالیٰ سے دو چار مرتبہ خوب جی بھر کے نہایت ندامت اور زاری کے ساتھ توبہ و اِستغفار کرلیں، بس اس قدر کافی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف ہوجائیں گے، آئندہ پھر ہرگز یہ مشغلہ نہ رکھیں کہ بار بار ان کو یاد کر کے پریشان ہوں بلکہ جب خود سے کوئی گناہ یاد آجائے تو آہستہ سے ایک بار اِستغفار کرلیں، مگر بندوں کے حقوق کو ہر حال میں جس صورت سے بھی ہوسکے ادا کرنا یا معاف کرانا فرض و واجب ہے۔

④ اِستعاذہ

چوتھا عمل ''اِستعاذہ'' ہے۔ ''اِستعاذہ'' کے معنی ہیں پناہ مانگنا، قرآنِ کریم کی تلاوت سے قبل ہم ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ'' پڑھتے ہیں، جس کے معنیٰ ہیں ''میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔'' ہمارا یہ عمل بھی ''اِستعاذہ'' ہے کیونکہ اس کا حاصل یہی ہے کہ یا اللہ! ہمیں شیطان کے شر سے اپنی پناہ میں لے لیجئے۔ تلاوتِ قرآنِ کریم

سے پہلے "اَعُوذُ بِاللّٰہِ" پڑھنا ضروری ہے، خود قرآنِ کریم میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

ہر خطرے کے وقت "اعوذ باللہ" پڑھیں

اس کے علاوہ دُنیا کی زندگی طرح طرح کے حادثات اور سانحات کی زندگی ہے اور ہمیں ہر وقت نفس و شیطان سے سابقہ ہے، اس لئے ہمیشہ ان سب چیزوں سے پناہ مانگتے رہنا چاہیئے۔ معاملات اور تعلقات میں کچھ خطرات ہوتے ہیں اور ان کے حل کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی، نہ اپنے اختیار میں ہوتی ہے، ایسے وقت فطرتاً اپنے پروردگار سے پناہ مانگنے میں دِل کو بڑی تقویت نصیب ہوتی ہے، لہٰذا اس کی عادت ڈالنی چاہیئے کہ جب بھی کوئی ایسی صورت پیش آئے تو دِل کی گہرائی سے "اعوذ باللہ" کہہ لیا جائے، انسان کو صبح سے شام تک مختلف قسم کے وسوسے اور اندیشے لاحق رہتے ہیں، پتہ نہیں کل کیا ہوجائے؟ ملازمت نہ چلی جائے، کہیں عزت نہ خراب ہوجائے، چوری نہ ہوجائے، کوئی دُشمن حملہ نہ کردے، تجارت میں خسارہ نہ ہوجائے، فلاں مرض یا موت لاحق نہ ہوجائے، کوئی حادثہ نہ ہوجائے، وغیرہ وغیرہ۔ کوئی بھی انسان اس قسم کے خطروں سے خالی نہیں، دُنیا اور آخرت کے تمام خطروں سے بچنے کا راستہ یہ عظیم الشان عبادت اِستعاذہ ہے، جب بھی دِل میں کوئی وسوسہ یا اندیشہ پیدا ہو چپکے سے کہہ دیا "اَعُوذُ بِاللّٰہِ" یا اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔ بلکہ اگر عربی کا یہ لفظ یاد

نہ آئے تو اپنی زبان میں ہی یہ بات اپنے اللہ میاں سے کہہ لی جائے۔

جو شخص جتنا مال دار اور جتنا بڑا عہدے دار ہے اس کے خطرے بھی اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں اور جس کے پاس نہ مال ہو، نہ شہرت، نہ عہدہ، اس کے خطرے بھی اتنے ہی کم ہوتے ہیں۔

ایک چور کی بے بسی

ایک چور ایک گھر میں گھس گیا، پورے گھر میں چکر لگا کر بھی اسے کچھ نہ ملا، کچھ تھا ہی نہیں، نہ برتن، نہ کپڑے، نہ کوئی اور ساز وسامان، کافی تلاش کے بعد اسے ایک آدمی نظر آیا جو برآمدے میں بڑے مزے سے سو رہا تھا، چور نے سوچا کچھ نہ کچھ تو ضرور لے کر جاؤں گا کہیں بدشگونی نہ ہوجائے، غور سے دیکھنے پر اس سونے والے کے سرہانے آٹے کی ایک ڈھیری نظر آئی، چور نے اپنی چادر بچھائی تا کہ آٹا اس میں سمیٹ لے، ابھی آٹا اُٹھانے ہی لگا تھا کہ سونے والے نے چور کی چادر پر کروٹ لے لی، اب تو چور کو لینے کے دینے پڑ گئے، سونے والا خوب گہری نیند سو رہا تھا، سردیوں کی ٹھنڈی راتیں تھیں، چور انتظار میں بیٹھ گیا کہ کب یہ کروٹ بدلے تو اپنی چادر اُٹھاؤں، مگر وہ کروٹ لینے کا نام ہی نہ لیتا تھا، چور بے چارہ بیٹھے بیٹھے ٹھٹھر گیا، وہ اسی سوچ میں تھا کہ آٹا ملے نہ ملے کم از کم اپنی چادر تو لے کر جاؤں، اسی انتظار میں فجر کی اذانیں شروع ہوگئیں، اب چور نے سوچا کہ چلنا چاہئے، جب دروازے سے نکلنے لگا تو پیچھے سے آواز آئی:

"دروازہ بھیڑتے جانا!" چور جلا بھنا تو تھا ہی کہنے لگا: رہنے دے کوئی اُوپر کی چادر بھی دے جائے گا۔

تو کوئی بھی شخص خطرے سے خالی نہیں، جو جتنا بڑا ہے اس کے خطرے بھی اتنے ہی زیادہ ہیں، اور جو جتنا چھوٹا ہے اس کی عافیت بھی اتنی ہی زیادہ ہے۔ غرض ہر خطرے کے وقت "اعوذ باللہ" پڑھ لینی چاہئے کہ "یا اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں" کسی مقصد میں ناکامی کا اندیشہ ہو یا کسی مخالف اور حاسد کی ایذا رسانی سے جانی و مالی خطرہ لاحق ہو یا نفس و شیطان کی شرارت سے کسی ظاہری یا باطنی گناہ میں آلودہ ہوجانے کا یا اُمورِ آخرت میں مؤاخذے کا خدشہ ہو یا کوئی ناپاک خواہش دِل میں آجائے تو فوراً یا تو "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ" کہیں یا یہ دُعا کہیں:-

اَللّٰھُمَّ لَا مَلْجَاً وَلَا مَنْجَاً مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ.

یعنی اے اللہ! آپ کے سوا نہ کوئی جائے پناہ ہے، نہ کوئی راہِ نجات، پریشانی بھی آپ ہی کی بھیجی ہوئی ہے، اس سے بچانا بھی آپ ہی کے قبضہ اور قدرت میں ہے۔

تیرانداز کے دامن سے چمٹ جاؤ

ایک بزرگ نے لوگوں سے پوچھا: بتاؤ ایک زبردست نشانے باز ہے جس کا کوئی نشانہ خطا نہیں ہوتا، آسمان اس کی کمان ہے اور کائنات کی تمام مصیبتیں اور رنج والم اس کے تیر ہیں، بتاؤ اس سے بچنے کا راستہ کیا

ہے؟ لوگوں نے کہا: ایسے نشانہ باز سے تو بچنا ممکن ہی نہیں۔ بزرگ نے فرمایا: راستہ صرف ایک ہی ہے، اور وہ یہ کہ تیر چلانے والے کے دامن سے چمٹ جاؤ۔ تو بھائیو! اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈلو اور اس کو تلاش کرلو، جہاں کوئی دھڑکا دِل میں پیدا ہوا فوراً کہہ دیا: ''الٰہی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اور تیری حفاظت کا طلب گار ہوں۔'' وہ ایسا داتا ہے کہ صدقِ دِل سے مانگنے والے کو کبھی بھی رَدّ نہیں کرتا۔ آپ اندازہ کریں کہ اندھیری رات میں موسلا دھار بارش ہورہی ہو اور ایک تنہا بچہ بھاگ رہا ہو، چور ڈاکو اس کا تعاقب کررہے ہوں اور وہ چلاّ چلاّ کر کہہ رہا ہو کہ مجھے پناہ دو، مجھے بچالو، کیا ایسے بے کس و مجبور کو آپ پناہ نہیں دیں گے؟ ظاہر ہے کہ اگر آپ جھونپڑی میں بھی ہوں گے تو اسے ضرور پناہ دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ تو رَبّ الارباب اور ارحم الراحمین ہے، جب اس کے بندے مصائب سے گھبراکر اس سے پناہ مانگتے ہیں تو وہ ضرور حفاظت اور پناہ کے دروازے کھول دیتا ہے۔

''اِستعاذہ'' وہ عمل ہے جس سے بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شانِ ربوبیت و رحمانیت کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کے دِل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت اور اطمینان وسکون عطا ہوتا ہے، اور توکل وتفویض کی دولت نصیب ہوتی ہے، ایسے لوگوں میں کسی کی ایذارسانی کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا، لہٰذا اس عمل کو عادت بنالیا جائے کہ جب بھی کوئی خطرہ محسوس ہو تو دِل کی گہرائی سے ''اعوذ باللہ'' کہہ دیا، جب اللہ سے پناہ مانگوگے تو خود نظر

آجائے گا کہ جوں جوں خطرات آگے بڑھ رہے ہیں ویسے ہی رحمتِ خداوندی اس سے بچاؤ کے عجیب وغریب راستے کھول رہی ہے۔

ان چار اعمال کی عادت ڈال لیں

تو خلاصہ یہ ہوا کہ کل چار اعمال ہیں: شکر، صبر، اِستغفار اور اِستعاذہ۔ ان چاروں کی پابندی کرلیں اور عادت ڈال لیں تو انشاء اللہ رفتہ رفتہ پوری زندگی دین کے مطابق ہوتی چلی جائے گی، دین و دُنیا بھی محفوظ رہیں گے اور گناہوں سے نفرت اور نیکیوں سے رغبت پیدا ہوگی، اللہ کا قرب بڑھتا چلا جائے گا اور اللہ تعالیٰ سے ایک خاص تعلق محسوس ہونے لگے گا۔

تین زمانے محفوظ ہوگئے

انسان کی زندگی میں کل تین زمانے آتے ہیں: ماضی، حال اور مستقبل۔ اِستغفار کے ذریعے ماضی محفوظ ہوا، شکر اور صبر سے حال محفوظ ہوا اور اِستعاذہ سے مستقبل محفوظ ہوگیا، جب تینوں زمانے محفوظ ہوگئے تو پوری زندگی محفوظ ہوگئی، ان چاروں اعمال کی جو شخص عادت ڈال لے گا وہ انشاء اللہ ہر وقت اللہ کی نصرت و رحمانیت کو محسوس کرے گا۔

اس تحفے کو دُوسروں تک پہنچائیں

آپ حضرات سے ایک گزارش ہے کہ یہ میرے مرشد کا عطا کردہ

ایک انمول تحفہ ہے جو انتہائی آسان اور زُود اثر ہے، یہ تحفہ جو میں نے آپ تک پہنچایا، آپ اپنے ملنے والوں اور اہلِ خانہ تک بھی پہنچادیجئے گا، انشاء اللہ اس کی پابندی کرنے سے کتنے ہی بے شمار گناہوں اور حادثات و مصائب سے حفاظت ہوجائے گی۔ اور ایک کام یہ کرلیجئے کہ ہمارے مرشد عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کو ایصالِ ثواب کردیجئے، جنہوں نے ہمیں یہ عظیم انعام عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان چار اعمال کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
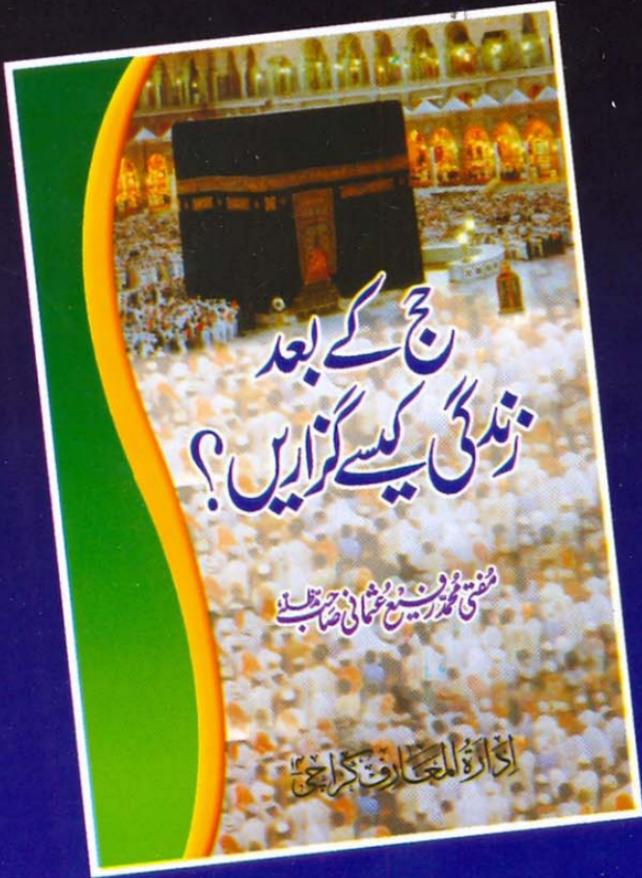
حج کے بعد
زندگی کیسے گزاریں؟
مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مد ظلہ
ادارۃ المعارف کراچی ۱۴